ڈاکٹر مرزا حامد بیگ

قصصِ ہند کا قضیّہ

''قصصِ ہند'' سے متعلق ہمارے ہاں عام طور پر دو غلط فہمیاں جڑ پکڑ گئی ہیں مثلاً،

۱۔ یہ کاملاً محمد حسین آزاد کی تصنیف ہے۔
۲۔ ''قصصِ ہند'' تاریخ کی مستند کتاب ہے اور اسے تاریخ سے متعلق معلومات کا ماخذ بنایا جا سکتا ہے۔

ان غلط فہمیوں کا ازالہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ ٹیکسٹ بک بورڈ نے گیارہویں اور بارہویں جماعتوں کے لیے ''اورنگ زیب کی فوجی تیاریاں'' کے عنوان سے ایک ٹکڑا کسی قدر قطع و برید کے ساتھ ''قصصِ ہند'' سے لے کر شامل نصاب (۱) کیا اور طلبہ و طالبات کے اذہان میں الجھاوے بڑھتے چلے گئے۔ اس ضمن میں پہلی وضاحت تو یہ کہ قصصِ ہند تین الگ الگ جلدوں میں ہے جسے محمد حسین آزاد نے پیارے لال آشوب (پ۔ ۱۸۳۸ء) کے ساتھ مل کر مرتب کیا، اور دوسرا یہ کہ ''قصصِ ہند'' کو مستقل تاریخ کی کتاب کا تصور کرنا سراسر غلط فہمی پر مبنی ہے۔

''قصصِ ہند'' کی ابتدائی دو جلدیں دیکھنے سے پتا چلتا ہے کہ یہ کام ہندوستانی تاریخ کو ایک تسلسل میں پیش نہیں کرتا۔ پیارے لال آشوب اور محمد حسین آزاد نے صرف اُن حکمرانوں کے عہدِ حکومت کو چن لیا ہے جن کے ادوار سے متعلق داستان سرائی ممکن تھی۔

ڈاکٹر محمد اسلم فرخّی ''قصصِ ہند'' مطبوعہ: اردو اکیڈمی سندھ ۱۹۶۴ء کے دیباچہ میں

لکھتے ہیں:

''۱۸۶۸ء میں ناظم تعلیمات پنجاب کی جانب سے ایک اعلان شائع ہوا کہ ۳۱ مارچ ۱۸۶۹ء کو اردو کی تصانیف کا مقابلہ عمل میں آئے گا۔ کتب مقابلہ کے لیے چار موضوع تجویز کیے گئے تھے۔ عام اصول صرف ونحو، فارسی صرف ونحو، تاریخ ہند سے کہانیاں جن میں اہم واقعات و اشخاص کے تفصیلی حالات ہوں اور اقلیدس کے ایک قصہ کا ترجمہ'' (صفحہ ۷ سے اقتباس)

گو ڈاکٹر اسلم فرخی صاحب نے یہ نہیں لکھا کہ محولہ بالا اعلان کب اور کہاں کیا گیا، لیکن اس سے یہ وضاحت بخوبی ہو جاتی ہے کہ 'قصص ہند' تاریخ ہند سے متعلق کہانیوں اور اہم واقعات واشخاص کے تفصیلی حالات سے متعلق لکھی جانے والی نصابی کتب میں سے ایک تھی۔

''قصص ہند'' (حصہ اول) پیارے لال آشوب کی مرتب کردہ تھی۔اس کا پہلا ایڈیشن کہیں دیکھنے کو نہیں ملتا البتہ پنجاب گورنمنٹ گزٹ مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۸۷۲ء میں قابلِ فروخت مطبوعہ کتب کی فہرست میں ''قصص ہند'' حصہ اول و دوم دونوں دستیاب تھیں۔سو پتہ چلا کہ قصص ہند (حصہ اول و دوم) پہلے پہل ۱۸۷۲ء میں شائع ہوئیں۔

قصص ہند (حصہ اول) کا آٹھواں ایڈیشن ۱۸۷۷ء میں شائع ہوا تھا، اس کے صفحات کی تعداد ۶۰ ہے اور قیمت ۲ آنے ۶ پائی درج ہے۔ یہ کتاب پانچ ہزار کی تعداد میں لاہور کے سرکاری مطبع سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب دیسی زبانوں کے مدارس کی چوتھی جماعت کے لئے تھی سرورق کی عبارت درج ذیل ہے:

''قصص ہند

حصہ اول

مرتبہ پیارے لال کیوریٹر سنٹرل بک ڈپو پنجاب

حسب الحکم میجر ہالرائڈ صاحب بہادر ڈائریکٹر مدارس ممالک پنجاب وغیرہ لاہور کے سرکاری مطبع میں ماسٹر پیارے لال کیوریٹر کے اہتمام سے چھپی''

اس کتاب کی ابتداء میں قدیم ہندوستان کے حکمرانوں کے سرسری تذکرے کے ساتھ رام چندر جی، کورو، پانڈو اور سکندرِ اعظم یونانی کا نسبتاً تفصیلی ذکر ملتا ہے۔

قصص ہند (حصہ دوم) محمد حسین آزاد کی تصنیف/ مرتب کردہ ہے جو ۱۸۶۹ء میں مکمل ہوئی اور پہلی بار ۱۸۷۲ء میں شائع ہوئی۔سرورق کی عبارت درج ذیل ہے:

''قصص ہند

حصہ دوم

پنجاب کے سررشتہ تعلیم میں تالیف ہو کر لاہور کے سرکاری مطبع میں چھاپا گیا

۱۸۷۲ء

اس سررشتہ کی بے اجازت کوئی نہ چھاپے

تعداد جلد ۱۴۰۰۰

''شروع ۲۵ دسمبر سنہ ۱۸۷۱ء۔ختم ۲۵ جولائی سنہ ۱۸۷۲ء''

واضح رہے کہ اپنی اولین اشاعت میں یہ کتاب ۱۸۸ صفحات پر مشتمل تھی۔

۱۸۷۲ء اور ۱۸۷۳ء کی دو ابتدائی طباعتوں پر مصنف (محمد حسین آزاد) کا نام تک درج نہیں۔اس دوسری جلد کی اشاعت پر ''انڈین میل'' مورخہ ۳ فروری ۱۸۷۳ء میں اس پر تبصرہ شائع کیا گیا، جس کی بنیاد پر گارساں دتاسی نے اپنے مقالہ ۱۸۷۳ء میں لکھا:

''لاہور کالج کے مولوی محمد حسین آزاد نے محکمۂ تعلیمات پنجاب کی سرپرستی میں قصص ہند کا دوسرا حصہ پیش کیا ہے جس میں اہم ترین تاریخی شخصیتوں کے حالات حکایات کے طور پر بیان کیے ہیں اور شستہ پیرائے میں سچی اور بہت اچھی اُردو میں قلمبند کیے ہیں۔''(۲)

واضح رہے کہ قصصِ ہند (حصہ دوم) کے دسویں ایڈیشن (مطبوعہ: ۱۸۷۸ء) کے سرورق پر پہلی بار محمد حسین آزاد کا نام بطور مرتب شائع ہوا۔ عبارت درجِ ذیل ہے:"

"قصص ہند

حصہ دوم

مرتبہ مولوی محمد حسین صاحب پروفیسر عربی لاہور کالج

حسب الحکم جناب میجر ہالرائڈ صاحب بہادر ڈائریکٹر مدارس ممالک پنجاب وغیرہ

لاہور کے سرکاری مطبع میں ماسٹر پیارے لال آشوب کیوریٹر کے اہتمام سے چھپی

۱۸۷۸

اس سررشتہ کی بے اجازت کوئی نہ چھاپے

دفعہ ۹ تعداد جلد ۱۴۰۰ قیمت ۸ آنے"

اس اشاعت کے صفحات کی تعداد ۱۳۶ ہے۔ جبکہ کتب خانہ انجمن حمایت اسلام، لاہور سے شائع ہونے والے ایڈیشن، اگست ۱۹۶۳ء میں صفحات کی تعداد ۱۲۴ ہے۔

قصص ہند (حصہ دوم) میں محمد حسین آزاد نے ہندوستانی تاریخ کی بڑی زقندوں کو مختلف عنوان قائم کر کے مربوط کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس میں غزنوی دور سے مغلیہ عہد تک کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کولا دیوی پدمنی، خضر خاں اور دیول دیوی، شاہجہان کے مہتابی جشن اور تختِ طاؤس کا احوال خوب تر ہے۔ آخر آخر میں آزاد نے بابا گرو نانک صاحب کا ذکر کیا ہے۔ قصصِ ہند (حصّہ سوم) پہلی بار ۲، اکتوبر ۱۸۷۵ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب ہندوستان پر برطانوی راج سے متعلق ہے۔ قصص ہند کے اس آخری حصہ کو محمد حسین آزاد یا پیارے لال آشوب کی تصنیف سمجھنا قطعاً غلط ہے۔ یہ حصہ انگریزی سے چُنیدہ تاریخی کتب کے تراجم پر مبنی ہے۔

اس حصے کی ترتیب میں سررشتہ تعلیم کے مترجمین نے حصہ لیا البتہ اس حصے کی

طباعت ماسٹر پیارے لال آشوب کے اہتمام سے ہوئی۔ سرورق کی عبارت درج ذیل ہے:

"مرتبہ مترجمان سررشتۂ تعلیم پنجاب

حسب الحکم جناب میجر ہالرائڈ صاحب، بہادر ڈائریکٹر مدارس ممالک پنجاب وغیرہ۔

لاہور کے سرکاری مطبع میں ماسٹر پیارے لال کیوریٹر کے اہتمام سے چھپا

۱۸۷۵ء

اس سررشتہ کی بے اجازت کوئی نہ چھاپے

دفعہ ۱ تعداد ۲۸۰۰ قیمت ۹ آنے

یہ کتاب کُل ۲۰۹ صفحات پر مشتمل ہے کتاب کے اندر کوئی پیش لفظ، مقدمہ یا پسِ لفظ شامل اشاعت نہیں کیا گیا جس سے یہ وضاحت ہوتی کہ اس حصے کے مرتب پیارے لال آشوب ہیں۔

مختصراً:

پیارے لال آشوب (مرتب: قصص ہند حصہ اول) اور محمد حسین آزاد (مرتب: حصہ دوم) قصص ہند کے مصنفین نہیں مرتبین ہیں۔ مرتب اور مصنف کا فرق واضح ہے۔ جبکہ حصہ سوم سراسر انگریزی سے ماخوذ و ترجمہ ہے۔

اب یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ پیارے لال آشوب، محمد حسین آزاد اور مترجمان سررشتۂ تعلیم پنجاب کے اصل مآخذ کیا تھے؟

قصص ہند —— جیسا کہ اس کے نام سے بھی ظاہر ہے، تاریخِ ہند سے متعلق کہانیوں اور اہم واقعات و اشخاص کے حالات سے متعلق کتاب ہے۔ پیارے لال آشوب اور محمد حسین آزاد کی مرتب کردہ ابتدائی دو جلدوں میں ہر دو انشا پردازوں کا اسلوب خاص اپنی پہچان کرواتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ اصل متن کی پہلے سے موجودگی کے باعث انہیں مرتبین لکھا اور کہا گیا۔ جبکہ اُن حالات و واقعات کو لکھتے وقت اور شخصی حوالوں سے خاکہ نگاری کرتے ہوئے پیارے لال آشوب اور محمد حسین آزاد نے اس کام کو تخلیق کا درجہ دلا دیا۔

جہاں تک قصصِ ہند کے اصل مآخذ کی چھان پھٹک کا معاملہ ہے تو ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ ۱۸۷۲ء تک کون کون سی ایسی تصانیف منظرِ عام پر آچکی تھیں، جن میں قدیم ہندوستان کے اہم واقعات اور اہم شخصیتوں کو موضوع بنایا گیا؟ نیز یہ کہ اُن تحریروں (اصل متن) کے چناؤ میں آشوب اور آزاد کہاں تک انگریز پالیسی کے پابند تھے؟

محمد حسین آزاد نے حصہ دوم میں ''محی الدین اورنگ زیب کی عالمگیری'' کا عنوان قائم کر کے اورنگ زیب عالمگیر کی سیاسی حکمت عملی اور مذہبی معاملات کو موضوع بحث بنایا ہے۔ ان دس صفحات میں محمد حسین آزاد کی اورنگ زیب عالمگیر سے متعلق اپروچ اپنے زمانے سے ہی کیا آج کے عام تاثر سے بھی یکسر مختلف اور انوکھی ہے۔ مثال کے طور پر ہماری گیارہویں اور بارہویں جماعت کی نصابی کتاب کے لیے ''اورنگ زیب کی فوجی تیاریاں'' کے عنوان سے جو عبارت چُنی گئی ہے، اس کا آغاز ہی اورنگ زیب عالمگیر کو ''شہنشاہ ہوس پناہ'' لکھنے سے ہوتا ہے (۳)۔ بہت ممکن ہے کہ اس تاثر میں مولانا محمد حسین آزاد کے فقہ جعفریہ سے متعلق ہونے کو بھی دخل ہو، لیکن محققین کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اُن کتب و رسائل یا تراجم کا جائزہ لیں جو اورنگ زیب عالمگیر سے متعلق ۱۸۷۲ء سے پہلے چھپ کر سامنے آچکے تھے۔ مثال کے طور پر دکن سے متعلق اورنگ زیب کی فوج کشی کے سلسلے میں انھوں نے ''سیر المتاخرین'' از خافی خان کو بنیاد بنایا ہے۔ خافی خان نے دکن پر چڑھائی کا ذکر من وعن اسی طرح کیا ہے۔ متن کا تقابلی مطالعہ میری اس بات کی شہادت دے گا۔

اسی طرح کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ ''شہنشاہ ہوس پناہ'' والی بات کی بنیاد مشہور اطالوی سیاح نکولائی مانوچی (وفات: ۱۷۱۷ع) کے سفرنامہ پر رکھی گئی؟

مانوچی ۱۶۵۶ع میں ہندوستان آیا تھا اور اُس نے روزنامچہ کے انداز میں مغلیہ عہد کے معاشرتی، ؛درباری اور محلاتی ماحول سے متعلق سفرنامہ تحریر کیا تھا۔ جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اورنگ زیب کی شخصیت کُشی کا سب سے بڑا حوالہ بن گیا۔ واضح رہے کہ اس سفرنامے کا قدیم ترین ترجمہ ''فسانہء سلطنتِ مُغلیہ'' کے نام سے سید مظفر علی خان نے کیا تھا۔

یہ ترجمہ ۳۷۶ صفحات پر مشتمل تھا جو آگرہ اخبار اودھ کے اشاعتی ادارے نے شائع کیا۔

اس میں شک نہیں کہ محمد حسین آزاد کی مُرصع نثر ہمیشہ سے ناقابلِ تقلید رہی ہے لیکن ہمارے موضوع سے متعلق چند باتیں اس باب میں بھی توجہ طلب ہیں مثلاً یہ کہ محمد حسین آزاد کے اس زورِ بیان میں بہت سی چیزیں رجب علی بیگ سرور کی ''فسانۂ عجائب'' سے مُستعار ہیں۔

اس ضمن میں فسانۂ عجائب'' کے باب بعنوان'' ''عزم جانعالم زرنگار سے سُوے دلہن تیاری سامان رخصت انجمن آرا کا عزیز واقربا سے فرقت اور پہونچنا ملکہ پاس، پھر نکاح کرنا'' اور قصص ہند (حصہ دوم) کے باب بعنوان: ''عالمگیر کا لشکر دکن پر جاتا ہے'' کا تقابلی مطالعہ دلچسپ حقائق سامنے لاتا ہے۔ مثلاً یہ کہ آزاد نے عالمگیری لشکر کی تفصیلات لکھتے ہوئے رجب علی بیگ سرور کے جلوس کے منظر کو بنیاد بنایا اور بعض پورے کے پورے ٹکڑے اُچک لئے۔ اس سرقہ یا ادھار کی تفصیل درجِ ذیل ہے:

''بارہ ہزار ہاتھی سواری کا ہودج و عماری ـــ کا طلائی نقرئی زنجیریں، کھنکتیں بھولیں زربغت کی نئے نئے رسے کلابتوں کے، ہیکلیں جڑاؤ مُغرق ـــ جُوڑیدار پگڑیاں باندھے کمر میں پیش قبض یا کٹار ہاتھو میں گجباگ ـــ ایک چرکٹا سنڈا، ہاتھ میں ڈنڈا، دو برچھی والے ـــ پھر کئی لاکھ سواروں کے پرے ـــ لو ہے کہ دریا میں ڈوبے ـــ کمر میں قرولی یا کٹار ـــ مونچھو پر تاؤ دیتے ـــ پھر ہزار بارہ سو سانڈنی سوار خوش رفتار ـــ سرخ پگڑیاں سر پر آبی بانات کے پاجامے پانوں میں، ہتھیار لگائے مہاریں اٹھائے ستاروں کی چھاؤں میں سانڈنیوں میں دو دو سو کوس کا دم ـــ قدم قدم یہ جب بڑھے تو سواری کے خاص خاصے نظر آئے عربی، ترکی، تازی، عراقی، یمنی اور کاٹھیاوار کا دکھنی ـــ بھونری سے صاف ـــ کلغی لگی پاکھر پُھٹوں پڑی ـــ ان کے بعد نوبت نشان ماہی مراتب علم اژدہا پیکر ـــ انکے قریب تازی ولایتی کتے بودار گلڈانگ، تازی ـــ ان کے بعد ہزار سَقہ ـــ یکا یک غول خاص برداروں کا آیا کمخاب کی مرزائی، انگرکھے، گجراتی مشروع کے گھٹنے ـــ برچھی دار

باندار ـــ جریب زمین میں پڑتی، کوس کا پہیہ ساتھ زمین کی پیمائش ـــ غرضکہ تا شام بہیر بنگاہ بازاری سرکاری سب لوگ چلے گئے۔"

(فسانۂ عجائب سے اقتباس)

ان اقتباسات کے ساتھ قصص ہند (حصہ دوم) مطبوعہ: مجلسِ ترقی ادب لاہور ۱۹۶۱ء کے صفحہ ۱۳۱ تا ۱۳۲ (یا شامل نصاب عبارت) ملا کر پڑھی جائے تو میرے بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔

محمد حسین آزاد لکھتے ہیں:

"غرض لشکر شاہی نے نشان چڑھایا اور دکن کو روانہ ہوا۔ سب سے پہلے ایک ہاتھی پر علم اژدہا پیکر، پیچھے اس کے ہاتھیوں پر ہندوستان کا ماہی مراتب، اپنی ولایت کے طوغ و علم، برنجی اور فولادی نقارے اور دمامے، بعد ان کے ہزاروں ہاتھی، ہورج عماری سے سجے، سونڈوں میں فولادی زنجیریں لیے، گلے میں ہیکلیں، پیشانیاں شام شفق کی طرح رنگیں، اس پر سنہری رو پہلی ڈھالیں، زربفت کی جھولیں پاؤں تک لٹکتی، کسی پر ہورج، کسی پر عماری، ریشمی اور کلابتونی رسوں سے کسی، گردنوں پر مہاوت، جن کے گلوں میں زربفت کی کرتیاں، سر پر جوڑے دار پگڑیاں، کمر میں کٹار، ایک ہاتھ میں گج باگ، اک میں آنکس، جھومتے جھامتے چلے جاتے تھے۔ آگے پیچھے چرکٹے، سانٹے مار، بھالے دار، برچھیت، بان دار، فتیلے سلگاتے بھاگے جاتے تھے۔"

پھر ہزاروں سواروں کے پرے، سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبے، بہادر نوجوان ترک بچے، افغان، حبشی، راجپوت، دو دو تلواریں باندھے، فولادی خود سروں پر دھرے، کمر میں قرولی اور کٹار، پشت پر گینڈے کی ڈھال، چار آئینہ سجے، کہنیوں تک دستانے چڑھے، ہاتھ میں ساتھ گز کا برچھا، نگاہوں سے خون ٹپکتا، موچھوں کو تاؤ دیتے، گھوڑا اُڑاتے چلے جاتے تھے۔

پھر ہزاروں سانڈنیاں خوش رفتار کہ جن کے سو سو کوس کے دم۔ ان پر بانکے

راجپوت لال پگڑیاں باندھے، زرد انگرکھے پہنے، آبی بانات کے پاجامے چڑھائے، ہتھیار لگائے، مہاریں اٹھائے۔ جب یہ گزر گئے تو سواری کے خاص خاصے نظر آئے عربی، ترکی، عراقی، یمنی، کاٹھیاوار کے دکنی، چاندی سونے کے بھاری بھاری ساز، کسی پر جڑاؤ زین دھرا، کسی پر چار جامہ کسا، قجریاں اور پاکھریں پٹھوں پر پڑیں، جن میں قاقم و سمور کی جھالر، کلابتوں کے پھندنے، گلے میں سُرا گائے کی چوریاں لٹکتی، سر پر کلکیاں طلائی اور نقری ریشمی باگ ڈوریں سائیسوں کے ہاتھ میں اُلیل کرتے اور چوکڑیاں بھرتے چلے جاتے تھے۔

ان کے بعد عربی، رومی، تاتاری، فرنگی، ہندی باجے، نقیبوں اور چوبداروں کے آوازے، دمامے کی چوٹ کے ساتھ کڑکیتوں کے کڑکوں کا وہ سماں بندھا ہوا کہ بزدلوں کے دلوں میں لہو جوش مارنے لگے۔

ان کے بعد احدیوں اور خواصوں کا انبوہ، کندھوں پر بندوقیں، جن پر بانات کے غلاف۔ پھر خواص برداروں کا غول سروں پر کشمیری شالیں بندھی، کمخواب کے انگرکھے، زربفت کی نیم آستینیں پہنے، گجراتی مشروع کے گھٹنے چڑھائے، اصعہانی تلواریں سونتے، مرصع قبضے ہاتھ میں، سنہری رُپہلی میان کمر میں۔

ان کے بعد سقوں کا غول آیا کہ چھڑکاؤ سے روئے زمین کو تر و تازہ کر دیا۔ غلام اور خواجہ سرا انگیٹھیاں اور عود سوز لیے، خوشبوؤں سے دماغ معطر کرتے چلے گئے۔ پھر ارکان دربار کے جمگھٹ، بیچ میں شاہ خورشید کلاہ، سفید ڈاڑھی، بڑھاپے کا نور منہ پر، ہوادار میں سوار، ساتھ ایک خاصے کا گھوڑا، پیچھے سونے کی عماری ہاتھی پر دھری، جریب کا پیمانہ اور کوس کا پیا پڑتا چلا جاتا تھا۔

سواری سے کوس بھر پیچھے سینکڑوں ہاتھی مست جنگی دیوزاد کی صورت، مستکوں پر فولادی ڈھالیں، ایک کالی گھٹا چلی آتی تھی کہ جس سے بجائے پانی کے مستی ٹپکتی تھی۔ پیچھے چیتوں کے چھکڑے، آنکھوں پر زردوزی دیدہ بند، کمر میں کلابتونی اور ریشمی حلقے پڑے، ساتھ ہی شکاری کتے، تازی، ولایتی، بُو دار، بلڈوگ کہ شیر کا سامنا کریں اور پلنگ سے مُنہ نہ پھیریں۔

پیچھے کوسوں تک شہزادوں اور ارکان دولت کے لشکر، راجوں اور مہاراجوں کی فوجیں، پیادوں کے غول اور سواروں کے رسالے، رنگارنگ کے نشان، جُدا جُدا پھریرے اڑاتے چلے آتے تھے۔ بہیر و بنگاہ کا تانتا لگا تھا کہ جس کا صبح سے شام تک خاتمہ نہ تھا۔[۴]"

محمد حسین آزاد نے رجب علی بیگ سرور کے داستانوی بیان کو اس حد تک معتبر جانا کہ مغل فوج کے ہاتھیوں کے گلے میں ہیکلیں دکھا دیں اور گجباگ کو مہاوت کے ہاتھوں میں تھما دیا۔ جبکہ گجباگ ہاتھوں میں نہیں پیروں میں پہننے کی چیز ہے۔ یہ جَست کی بنی ہوئی نوکدار جوتی مہاوت اپنے پیروں میں پہن کر بیٹھتا ہے اور ہاتھی کا رخ موڑنے کے کام میں لاتا ہے۔ "فرہنگ آصفیہ" میں اسے "گج باگ" الگ الگ لکھا گیا ہے "گج" بمعنی آٹھ اطراف کے ہاتھیوں میں سے کوئی ایک، اور "باگ" کا لفظ عام فہم ہے۔ اسی عام فہم لفظ سے اوّل اوّل رجب علی بیگ سرور نے دھوکہ کھایا اور بعد میں محمد حسین آزاد نے مکھّی پر مکھّی مارتے ہوئے اس غلط فہمی کو مزید ہوا دی۔

اب یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ "قصص ہند" کے دیگر کون کون سے حصے کس کس کتاب سے مستعار ہیں اور اخذ و استفادہ کی دیگر کیا صورتیں ہیں؟

حوالہ جات وحواشی:

۱۔ اردو نصاب (لازمی) مولفین: ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، بشیر احمد صدیقی و مسز سعیدہ خوند کار۔
۲۔ "مقالات گارساں دتاسی" ترجمہ: عزیز احمد، مطبوعہ: انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی ۱۹۴۳ء۔
۳۔ دیکھیے: قصص ہند" مطبوعہ: مجلس ترقی ادب، لاہور، صفحہ ۱۳۰ سطر ۱۸
۴۔ ایضاً صفحہ ۱۳۱ تا ۱۳۲۔